ڈاکٹر محمد عارف پٹھان*

سندھی ادب کی تاریخ نگاری کا ارتقاء

"Evaluation of Sindhi Literary Historiography"

Abstract: *Sindhi literary historiography represents a rich and enduring scholarly tradition that has evolved through successive historical stages. Although it has been documented in Sindhi, Urdu, and other languages, Urdu scholarship on the subject remains comparatively limited. Early literary historiography primarily emerged through poetic compilations, manuscripts, and Tazkiras, which preserved the biographies, literary contributions, and critical assessments of Sindhi poets. As most of these early sources were written in Persian, their accessibility remained confined to the educated elite.*

The formal foundation of Sindhi literary historiography in the Sindhi language is generally attributed to Khan Bahadur Muhammad Siddique Memon's Sindh Ji Adabi Tarikh (1937), a pioneering work that established the discipline on modern lines. Its second volume (1951) further documented the British period and the contributions of Sindhi poets and prose writers. In Urdu, Syed Hassamuddin Rashidi's Sindhi Adab (1951) is regarded as the earliest significant work on Sindhi literary history. Together, these works reflect the origin, development, and major milestones of Sindhi literary historiography.

Keywords: *Shah Abdul Latif Bhittai, Modern Sindhi Literature, Poetry, Resistance, Urdu, Historiography.*

تلخیص: سندھی ادبی تاریخ نگاری ایک نہایت قدیم، متمول اور پائیدار علمی روایت کی نمائندگی کرتی ہے، جو مختلف تاریخی ادوار سے گزرتے ہوئے مسلسل ارتقاپذیر رہی ہے۔ اگرچہ اس موضوع پر سندھی، اردو اور دیگر زبانوں میں کام کیا گیا ہے، تاہم اردو میں سندھی ادبی تاریخ نگاری پر تحقیقی سرمایہ نسبتاً محدود ہے۔ ابتدائی دور میں ادبی تاریخ نگاری کی بنیاد زیادہ تر شعری مجموعوں، مخطوطات اور تذکروں پر استوار تھی، جن میں سندھی شعرا کے حالاتِ زندگی، ادبی خدمات اور تنقیدی آرا محفوظ کی گئیں۔ چونکہ ان ابتدائی مآخذ کی اکثریت فارسی زبان میں تھی، اس لیے ان سے استفادہ بنیادی طور پر اہلِ علم اور تعلیم یافتہ طبقے تک محدود رہا۔ سندھی زبان میں جدید طرز کی باقاعدہ سندھی ادبی تاریخ نگاری کی بنیاد عموماً خان بہادر محمد صدیق میمن کی **تصنیف** "سندھ جی ادبی تاریخ" (1937ء) کو قرار دیا جاتا ہے، جس نے اس شعبے کو جدید علمی اصولوں پر استوار کیا۔ اس کی دوسری جلد (1951ء) میں برطانوی دورِ حکومت کے ادبی حالات، نیز سندھی شعرا اور نثر نگاروں کی خدمات کو تفصیل سے قلم بند کیا گیا۔ اردو زبان میں **سید حسام الدین راشدی** کی تصنیف **"سندھی ادب" (1951ء)** کو سندھی ادبی تاریخ پر پہلی اہم اور مستند کاوش تصور کیا جاتا ہے۔ یہ دونوں تصانیف مجموعی طور پر سندھی ادبی تاریخ نگاری کے آغاز، ارتقا اور اس کے اہم سنگِ میلوں کی جامع تصویر پیش کرتی ہیں۔

کلیدی الفاظ: شاہ عبداللطیف بھٹائی، جدید سندھی ادب، شاعری، مزاحمت، اردو، تاریخ نگاری۔

*** ایسوسئیٹ پروفیسر، گورنمنٹ ڈگری کالج، جیکب آباد، سندھ، پاکستان۔**

اردوزبان میں سندھی ادب کی تاریخ:سندھی ادب(حسام الدین راشدی)،جدید سندھی ادب(رجحانات،میلانات اورامکانات)،مختصر تاریخ زبان وادب۔ سندھی(مظہر جمیل)،سندھی ادب:ایک مختصر تاریخ(عطیہ داؤد)،سندھی زبان و ادب کی تاریخ(حیدر سندھی)،سندھی ادب کی تاریخ(ابراہیم کھوکھر)۔

'سندھی ادبی تاریخ نگاری'اپنی نہاد میں نہ صرف قدامت بلکہ اہمیت کی حامل بھی ہے۔اس نے بھی دنیا کی بیشتر زبانوں کی 'ادبی تاریخ نگاری'کی طرح اپنی ارتقائی منازل انتہائی تیزی اور کامیابی کے ساتھ طے کی ہیں۔جیسا کہ 'سندھی ادبی تاریخ نگاری'نہ صرف اہلِ زبان نے سندھی میں کی ہے بلکہ یہ دنیا کی دیگر زبانوں کے ساتھ ساتھ اردو میں بھی کی گئی ہے لیکن اردوزبان میں 'سندھی ادبی تاریخ نگاری' کے حوالے سے کتب اور مضامین کی تعداد کچھ زیادہ نہیں اوروہ باآسانی دستیاب بھی نہیں۔نیزان میں سے اکثر کتب میں 'سندھی ادبی تاریخ نگاری' کے ارتقائی مدارج کے حوالے سے دی گئی معلومات بھی ناپید ہیں۔جبکہ بیشتر کتب کی ابتداء بھی سینہ بہ سینہ منتقل ہونے والی مختلف روایات،سیّاسی وسماجی حالات،تاریخی واقعات،حکمرانوں کے کارناموں اوررومانوی قصّوں پر مبنی ہے۔حالانکہ انگریزی اورسندھی زبانوں میں کی گئی 'سندھی ادبی تاریخ نگاری'ایک صدی سے بھی زائد اوراردوزبان میں تواس کی قدامت پون صدی(تقریباً6۷ سال)کے عرصے پر محیط ہے۔

'سندھی ادبی تاریخ نگاری' کے ارتقائی مدارج کے حوالے سے تاحال سندھی یااردومیں ایسی کوئی مستند کتاب موجود نہیں جس میں اس بارے میں مفصّل معلومات دی گئی ہوں۔اس لیے یہاں سندھی اورانگریزی کتب کے اردوتراجم کے ساتھ ساتھ حسبِ ضرورت ناموراديبوں، ناقدوں کی آراؔاوراصلاحات کو بھی بہ طورِثانوی مآخذات کے دائرۂ تحقیق میں شامل کیاگیاہے۔تاکہ ان کی مدد سے بہتر انداز میں مستند اور معیاری معلومات تک رسائی ممکن ہوسکے۔

اردواورسندھی زبانوں میں کی گئی 'ادبی تاریخ نگاری' کے مطالعے سے یہ بات سامنے آئی ہے کہ اس کی ابتداءزیادہ تر صنفِ شاعری سے ہوئی ہے جوابتدائی طورپر کَتبوں،تختیوں،بوسیدہ صفحات پر مبنی مخطوطات،کتابچوں اورکتب کی صورت میں دستیاب تھیں۔جن میں منظوم داستانیں،غزلیں اورقطعہءتاریخ شامل ہواکرتے تھے۔پھراس میں سےاکثرشعراؔکےمنتخب کلام کو یک جاکرنے کے بعدپہلے انھیں "بیاض"اور پھران شعراؔکے کلام کے ساتھ ساتھ ان کے تعارف اور تبصرہ کو بھی شامل کرنے کے بعد اسے"تذکرے"کانام دیاگیاہے جو آگے چل کر'ادبی تاریخ نگاری'کی بنیاد قرارپائے۔

حالانکہ اس عمل کے دوران دوسری اصنافِ نثر بھی پروان چڑھتی رہیں جن کے سیاسی وسماجی حالات،مختلف رجحانات اور ادبی تحاریک کی روشنی میں تاریخی واقعات کوشامل کرنے کے بعدایک طرح کی'سندھی ادبی تاریخ'معرضِ وجود میں آتی چلی گئی جس کی

بناء پر 'سندھی ادبی تاریخ نگاری' کی ابتداء ہوئی۔ پھر یہی عوامل اپنی ارتقائی منازل تیزی سے طے کرتے ہوئے سوانح، تنقید اور ادبی تاریخ کا روپ دھارتے چلے گئے۔

ڈاکٹر فرمان فتح پوری لکھتے ہیں: 'انیسویں صدی میں "تذکرہ نگاری" دستاویزی شہادتوں اور کارآمد حوالوں کی بدولت "بیاض" سے آگے چل کر ادبی تنقید، ادبی سوانح نگاری اور ادبی تاریخ نگاری کی حدود میں داخل ہو چکی تھی'۔(۱)

اسی حوالے سے ڈاکٹر عبدالجبار جونیجو نے بھی اپنی کتاب 'سنڌي ادب جو جائزو' میں "تذکرہ نویسی" ہی کو 'سندھی ادبی تاریخ نگاری' کی بنیاد قرار دیا ہے جس میں سندھ کے شعراؑ کے کلام، ان کی مختصر سوانح اور ان کے بارے میں دی گئی آراؑ کو شامل کیا گیا تھا۔ سندھ کے شعراؑ اور ان کی شاعری پر مشتمل یہ ابتدائی تذکرے چونکہ زیادہ تر فارسی زبان میں لکھے گئے تھے لہٰذا یہاں کے مقامی لوگ (خواص) جو فارسی سمجھتے تھے وہ تو اس ادبی سرمایہ سے مستفید ہوئے مگر عام لوگ (عوام) جو فارسی زبان نہیں جانتے تھے وہ اس سے مستفیض نہ ہو سکے۔

ڈاکٹر عبدالجبار جونیجو نے سندھ کے شہر ٹھٹہ سے تعلق رکھنے والے میر علی شیر قانع ٹھٹوی اور مخدوم محمد ابراہیم خلیل ٹھٹوی کے تذکروں کو 'سندھی ادبی تاریخ نگاری' کی بنیاد قرار دیتے ہوئے سندھی ادبی تاریخ کے تین ادوار متعین کیے ہیں:

"عہدِ اوّل: تذکرہ نویسی، عہدِ دوم: ادبی تاریخ، عہدِ سوم: تنقیدی مطالعہ اکثر زبانوں کی ادبی تواریخ انہی مراحل سے گزری ہیں اور ان کا پہلا روپ "تذکرہ نویسی" ہی تھا۔ ان زبانوں کی ادبی تواریخ کے مطالعے س پتا چلتا ہے کہ ان میں شعراؑ کی مختصر سوانح اور ان کے بارے میں آراؑ کو بہت اہمیت دی گئی ہے۔ ابتداء میں سندھی شعراؑ کے یہ تذکرے فارسی زبان میں ہوا کرتے تھے جن میں میر علی شیر قانع ٹھٹوی کے مقالات الشعراؑ، تحفۃ الکرام اور مخدوم محمد ابراہیم خلیل ٹھٹوی کا تکملہ مقالات الشعراؑ شامل ہیں"۔(ترجمہ)(۲)

مگر دوسری جانب ڈاکٹر جونیجو یہ بھی لکھتے ہیں: "سندھی ادبی تاریخ" پر حقیقی معنوں میں بیسویں صدی عیسوی میں لطف اللہ بدوی (1931ء) اور خان بہادر محمد صدیق میمن (1937ء) کی طرف سے کام کیا گیا ہے۔ بعد ازاں مختصر تذکروں اور ادبی تاریخ کی صورت میں کتب مرتب ہوئیں جن میں سندھی شعراؑ، نثر نگاروں اور ان کے فن پاروں کے بارے میں بتایا گیا ہے۔"(ترجمہ)(۳)

چونکہ ڈاکٹر عبدالجبار جونیجو کے مطابق "سندھی ادبی تاریخ نگاری" مختلف اصناف کی صورتوں میں بھی کی گئی ہے لہٰذا یہاں مقالے کے مرکزی موضوع 'سندھی ادبی تاریخ نگاری' کی مناسبت سے صرف ان کی اقسام ہی بیان کی گئی ہیں۔

- **سندھی اصنافِ ادب کی تاریخ نگاری:**

ڈاکٹر محمد شریف شادؔ سومرو نے ’سندھی ادبی تاریخ نگاری کے ارتقاء‘ کے حوالے سے چھ اقسام متعارف کروائی ہیں:

”۱۔ ادبی تاریخ (نثر و نظم)

۲۔ شاعری کی تاریخ (جزوی)

۳۔ نثری ادب کی تاریخ (جزوی)

۴۔ لسّانی تاریخ (ارتقا اور قواعد)

۵۔ لسّانی و ادبی تاریخ (مجموعی)

۶۔ لوک ادب کی تاریخ“۔ (ترجمہ) (۴)

آگے چل کر انھوں نے انھیں مزید ذیلی اقسام میں بھی بیان کیا ہے لیکن چونکہ ان کا تعلق مقالے کے موضوع سے نہیں لہٰذا یہاں صرف ”سندھی ادبی تاریخ نگاری“ کی ابتداء اور اس کے ارتقائی مدارج کے حوالے سے ان کا جائزہ لیا گیا ہے۔

چونکہ سندھی زبان میں ’سندھی ادبی تاریخ نگاری‘ کی ابتداء کے حوالے سے متعلق اکثر محقق ایک دوسرے سے کچھ مختلف آرا رکھتے ہیں لہٰذا ذیل میں ان آرا کی روشنی میں ’سندھی ادبی تاریخ نگاری‘ کی کتب کی ابتداء کا تحقیقی اور تنقیدی جائزہ لیا گیا ہے تاکہ ان کی مدد سے اصل تاریخی حقائق سے بخوبی آگاہی حاصل کی جا سکے۔

- **سندھی ادبی تاریخ نگاری کی ابتداء:**

ڈاکٹر منظور علی ویسریو کی تحقیق کے مطابق ’سندھی ادبی تاریخ نگاری‘ کا آغاز ”تذکرہ نگاری“ سے قبل ہوا ہے اور اس کی ابتداء برِّصغیر کی دیگر زبانوں خصوصاً اردو ادب کی تاریخ کی نسبت کچھ مختلف انداز میں ہوئی ہے۔

اس حوالے سے ڈاکٹر منظور علی ویسریو نے اپنے ایک تحقیقی مضمون ’سنڌي ادب جي تاريخ جو ابتداء کان وٺي پاڪستان قائم ٿيڻ تائين ارتقائي سفر جو جائزو‘ میں ’سندھی ادب کی تاریخ نگاری‘ کے ارتقائی عمل کو اردو ادبی تاریخ نگاری کی ابتداء کے حوالے سے قدرے مختلف بیان کیا ہے: ”اردو ادب کی تاریخ نگاری کی ابتداء ’تذکرہ نویسی‘ سے ہوئی ہے لیکن ’سندھی ادبی تاریخ نگاری‘ کا جائزہ لیا جائے تو صورت حال اس کے برعکس ہے۔ ’سندھی ادبی تاریخ نگاری‘ کی ابتداء ’تذکرہ نویسی‘ سے قبل ہوئی ہے اور بعد ازاں تذکروں کا رواج پڑا“۔ (ترجمہ) (۵)

'سندھی ادبی تاریخ نگاری' کی ابتداء کے سلسلے میں کتب میں دی گئی ان محققین کی آراآیک دوسرے سے مختلف ہیں۔ بیشتر کتب میں قیاس آرائیوں پر مبنی ایسی باتیں بھی شامل کرلی گئی ہیں جن کا 'سندھی ادبی تاریخ' سے کوئی تعلق نہیں۔ ان میں زیادہ تر سُنی سُنائی باتیں شامل ہیں جن میں 'سندھی ادب' کا آغاز کبھی موہن جودڑو کی قدیم تہذیب سے تو کبھی دریائے سندھ اور کبھی قدیم مذہبی تحریروں سے قائم کرلیا گیاہے۔ حالانکہ اس حوالے سے اوّل تو کسی بھی قسم کا قابلِ فہم ادبی اور تحریری موادد ستیاب ہی نہیں اوراگر بالفرض جو تحریری یاتصویری موادملابھی ہے توانہیں کبھی موہن جودڑو کی مبہم مذہبی عبارات یاتحریروں(پیشواؤں کے حجروں)اورتصویروں سے تعبیر کیا گیاہے اور نہ ہی ان کے ذریعے یہ معلوم کیاجاسکتا کہ ان کا تعلق کس صنفِ ادب سے ہو سکتاہے؟

تاہم، ڈاکٹرویسریونےاپنےاسی مضمون'سنڌي ادب جي تاريخ جوابتداءكان وي پا°ستان قائم ٿيڻ° تائين ارتقائي سفر جو جائزو'میں 'سندھی ادبی تاریخ نگاری' کے ارتقائی مدارج کو دواہم ادوار میں تقسیم کیاہے:

(الف)قیام پاکستان سے قبل 'سندھی ادبی تاریخ نگاری' کاارتقاء (ب)قیام پاکستان کے بعد 'سندھی ادبی تاریخ نگاری' کاارتقاء"۔(ترجمہ)(6)

لہٰذا یہاں انہی ارتقائی مدارج کے حوالے سے بحث کی گئی ہے۔

- **قیام پاکستان سے قبل 'سندھی ادب کی تاریخ نگاری' کاارتقاء:**

سندھی زبان میں 'سندھی ادب کی تاریخ نگاری' کی ابتداء کے حوالے سے خان بہادر محمد صدیق میمن(مرحوم)کی مرتبہ کتاب 'سنڌي ادبي تاريخ'(1937ء)کو اوّلین کتب میں سے ایک شمار کیا گیاہے۔ محققین کی ایک قابل ذکر تعداد بھی بیسویں صدی عیسوی کے اوائل میں 'سندھی ادبی تاریخ نگاری' کی داغ بیل ڈالنے کو انہی کی کاوش سمجھتی ہے۔

ڈاکٹرعبدالجبارجونیجونے خان بہادر محمد صدیق میمن کو 'سندھی ادب کی تاریخ نگاری' کا سرخیل قرار دیاہے لیکن ان کے برعکس ڈاکٹر منظورویسریونے 'سندھی ادبی تاریخ نگاری' کی ابتداء کے حوالے سے 'مرزاقلیچ بیگ(مرحوم)کے مضمون"سنڌي شعر"(۱۹۱۴ء)کو 'سندھی ادبی تاریخ نگاری' کانقشِ اوّل قرار دیاہے جو مرزاقلیچ بیگ نے سندھی ساہت سوسائٹی حیدرآباد کی ایک بنیادی ادبی مجلس کی ایک صدارتی تقریر کے دوران پڑھاتھا'۔(ترجمہ)(7)

پیر حسّام الدین راشدی کی کتاب "سندھی ادب" کے سندھی مترجم غلام محمد لاکھونے بھی اپنے مقدمہ میں یہی رائے قائم کی ہے:
"جس طرح مرزاقلیچ بیگ مرحوم کو کئی سندھی نثری اصناف کابانی تسلیم کیا گیاہے، ٹھیک اسی طرح انہوں نے سندھی ادبی تاریخ پر مبنی ایک

مختصر کتابچہ "سنڌي شعر" کے نام سے ۱۹۱۴ء میں لکھا تھا جسے سندھی ادبی بورڈ جامشورو نے "تحریرون ۽ تقریرون" کے عنوان سے ۱۹۷۰ء میں شائع کیا تھا۔ پروفیسر منگھارام ملکانی نے بھی سندھی ساھت سے متعلق اسے اوّلین مآخذات میں سے ایک قرار دیا ہے لیکن بعد کے مؤرخین نے اسے کوئی خاص اہمیت نہیں دی"۔(ترجمہ)(8)

حالانکہ مرزا قلیچ بیگ کے اس مضمون میں صرف صنف سخن سے متعلق "سنڌي شعر" کی اہم خوبیوں، بولی کی بناوٹ، ترقی کی امثال اور آغاز کے بارے میں بتایا گیا ہے جسے بعد ازاں ایک معروف ادارے سندھی ادبی بورڈ جامشورو کی طرف سے ایک کتابچے کی صورت (۱۹۷۰ء) میں بھی شائع کیا گیا لیکن ڈاکٹر ویسریو، غلام محمد لاکھو اور پروفیسر ملکانی کی تحقیق کے مطابق چونکہ بعد کے مؤرخین نے مرزا صاحب کے اس مضمون "سنڌي شعر" کو کوئی خاص اہمیت نہیں دی جس کی وجہ سے 'سندھی ادب کی تاریخ نگاری' کے حوالے سے اسے اس قدر پزیرائی حاصل نہ ہو سکی جس قدر ان کا یہ مضمون اہمیت کا حامل تھا۔

جبکہ مظفر حسین جوؔش نے بھی اسی امر پر صاد کرتے ہوئے اپنی کتاب "سنڌي ادب ۽ تذ ڪره نگاري" میں اس بات کی وضاحت کچھ یوں بیان کی ہے: 'اکثر محققین کیونکہ مرزا قلیچ بیگ کے اس مضمون "سنڌي شعر" کو صرف 'تذکرہ نویسی' کی بنیاد سمجھتے ہیں۔ اسی لیے انھوں نے "سندھی ادبی تاریخ نگاری" کی کتب میں اسے شمار ہی نہیں کیا'۔(ترجمہ)(9)

ان محققین کے مطابق مرزا قلیچ کے مضمون "سنڌي شعر" پر وہ خاص توجہ نہیں دی گئی جس قدر ان کا یہ مضمون اہمیت کا حامل تھا۔

ایک جانب تو ڈاکٹر منظور ویسریو نے چند محققین کی آرا کی روشنی میں مرزا قلیچ بیگ ہی کو 'سندھی ادبی تاریخ نگاری' کا بانی قرار دیا ہے، دوسری جانب وہ یہ بھی لکھتے ہیں کہ اکثر محققین ان کی اس کاوش کو محض ایک "تذکرہ" یا تینتیس صفحات پر مبنی "مضمون" سے زیادہ اہمیت نہیں دیتے۔ یہاں ایک سوال یہ بھی پیدا ہوتا ہے کہ جب وہ اسے "تذکرہ"، "مضمون" یا "تقریر" ہی سمجھتے ہیں تو پھر اسے اوّلین 'سندھی ادبی تاریخ' کی کتب میں کیسے شمار کر لیا جائے؟

اس حوالے سے ڈاکٹر منظور ویسریو اور مظفر جوؔش یہ جواز پیش کرتے ہیں: چونکہ "سندھی ادبا اور محققین کی اکثریت مرزا قلیچ بیگ کے مضمون "سنڌي شعر" کو غلط فہمی کی بناء پر اسے محض ایک "تذکرہ" سمجھتی ہے اسی لیے وہ اسے 'سندھی ادبی تاریخ نگاری' کی کتب میں شمار نہیں کرتے"۔ جب سندھی ادبا اور محققین کی اکثریت ہی اس مضمون "سنڌي شعر" کو ایک "تذکرہ" یا "مضمون" سے زیادہ اہمیت نہیں دیتی تو پھر بالآخر اسے 'سندھی ادبی تاریخ' کی اوّلین کتب میں کیسے شمار کیا جا سکتا ہے؟

جہاں تک 'سندھی ادبی تاریخ' کی ابتداء کا سوال ہے تو اس بارے میں پروفیسر منگھارام ملکانی کی کتاب "سنڌي نثر جي تاريخ" میں جس درسی کتاب کو 'سندھی ادبی تاریخ' کی بنیاد قرار دیا گیا ہے: "وہ ڈاکٹر ہوت چند مولچند گر بخشانی کا ایک مضمون " A Brief Survey of Published Sindhi Literature" ہے جو پرنسپل شاہانی کی فرمائش پر انگریزی زبان میں لکھ کر ۱۹۲۱ء میں ممبئی یونی ورسٹی بھیجا گیا تھا۔۔ قبل ازیں یہ سمجھا جاتا رہا تھا کہ شاید سندھی ادب کا ایسا کوئی تحریری سرمایہ سرے سے موجود ہی نہیں جسے سال بہ سال بہ طور درسی کتاب کالج کی سطح پر بھی پڑھایا جاسکے۔ بعدازاں ان کا یہی مضمون آگے چل کر ڈی۔ جے سائنس کالج سندھ کے پرچے "مسلنی" کے فروری ۱۹۲۶ء کے شمارے میں بھی شائع ہوا"۔(ترجمہ)(10)

'ادبی تاریخ نگاری' کے حوالے سے یہ بھی ایک عجیب حُسنِ اتفاق ہے کہ جس طرح رام بابو سکسینہ کی انگریزی زبان میں اردو ادبی تاریخ "A Brief History of Urdu Literature" کی کتاب کا اردو ترجمہ مرزا محمد عسکری نے 'اردو ادب کی مختصر تاریخ' (1927ء) کے عنوان سے کیا اور وہ اردو خواندہ طبقے میں بھی مقبولیت کا باعث بنا۔ ٹھیک اسی طرح سے "ڈاکٹر ہوت چند مولچند گر بخشانی کی انگریزی میں لکھی ہوئی کتاب "A Brief Survey of Published Sindhi Literature" کا ڈی۔ کے منشارامانی نے جو سندھی ترجمہ (1926ء) کیا اور وہ بھی سندھی خواندہ طبقے میں مقبول رہا"۔(ترجمہ)(11)

یہی تراجم 'اردو اور سندھی ادبی تاریخ نگاری' کی ابتداء کے حوالے سے ایک عرصہ تک طلباء اور طالبات کو گریجویشن کی سطح پر کالجز میں بھی پڑھائے جاتے رہے۔

ڈاکٹر ویسر یو، غلام محمد لاکھو، مظفر جوش اور پروفیسر منگھارام ملکانی نے بھی مرزا قلیچ بیگ ہی کو 'سندھی ادبی تاریخ نگاری' کا معمارِ اوّل تو قرار دیا ہے لیکن وہ اپنے اس دعوے کے ثبوت میں مرزا قلیچ بیگ کی مرتبہ کسی مکمل 'سندھی ادبی تاریخ نگاری' کی کتاب کا کوئی معتبر اور مستند حوالہ پیش نہیں کر پائے، ماسوائے ان کے تینتیس صفحات پر مبنی اسی مختصر سے ایک مضمون "سنڌي شعر" کے جسے وہ "تذکرہ" تو کبھی "تقریر" گردانتے ہیں۔

اس حوالے سے میں اولین مؤرخوں میں سے ایک اور نام فقیر ہدایت علی تارک نجفی کا بھی آتا ہے جن کا ایک مختصر سا کتابچہ "تاریخ شعرائ سنڌ" (۱۹۳۰ء) خصوصی اہمیت کا حامل ہے لیکن قابلِ حیرت امر یہ ہے کہ نہ تو اس کتاب کا اصل سندھی متن شائع ہوا ہے اور نہ ہی سندھی میں اس کی کوئی نقل موجود ہے۔ البتہ اس کے اردو ترجمہ کی بھی صرف نقل ہی موجود ہے جس کے متعلق غلام محمد لاکھو نے لکھا ہے: "تاریخ شعرائ سنڌ" (۱۹۳۰ء) ادبی تاریخ پر وہ دوسرا مختصر کتابچہ ہے جو فقیر ہدایت علی تارک نجفی نے سندھی زبان

میں لکھااوراس کا اصل متن بھی تاحال شائع نہیں ہو سکا۔البتہ اس کا اردو ترجمہ راشدی صاحب نے کیا تھا اوراسے بہاول پور کے حفیظ الرحمٰن نے ۱۹۴۵ءمیں شائع کروایا تھالیکن اس کی بھی صرف نقل ہی موجود ہے'۔(ترجمہ)(12)

لاکھو صاحب کے برعکس ڈاکٹر محمد شریف شادؔ سومرو نے 'ہدایت علی تارکؔ کی کتاب تاریخ شعرائے سندھ (اردو) کو'سندھی ادبی تاریخ' کے بجائے اسے 'تذکروں' میں شمار کیا ہے'۔(ترجمہ)(13)

ڈاکٹر شادؔ سومرو نے 'سندھی تذکرہ نگاروں' کی ایک جامع فہرست مرتب کی ہے جس میں انھوں نے اولین سندھی تذکرہ نگاروں میں سے مرزا قلیچ بیگ یا فقیر ہدایت علی نجفی تارکؔ کے بجائے "لطف اللہ بدوی کے 'تذکرہء لطفی'(1931ء) کو سرِ فہرست رکھا ہے'۔(ترجمہ)(14)

نیز انھوں نے 'سندھی ادب کے تاریخ نگاروں' کی بھی ایک علیٰحدہ سے جامع فہرست مرتب کی ہے جس میں بھی انھوں نے مرزا قلیچ بیگ کے بجائے 'خان بہادر محمد صدیق میمن کی کتاب "سنڌي ادبي تاريخ" 1937ء ہی کو اوّلین سندھی ادب کی تاریخ نگاری کی کتب میں شمار کیا ہے'۔(ترجمہ)(15) جس کا اندازہ ڈاکٹر شادؔ سومرو کی مرتب کردہ فہرست سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے۔

معروف سندھی دانشور انقاد محمد ابراہیم جویو (مرحوم) نے سیّد مظہر جمیل کی کتاب 'جدید سندھی ادب میلانات، رجحانات اور امکانات' کے مقدمہ میں سندھی ادبی مؤرخین کی جو فہرست مرتب کی ہے اس میں بھی انھوں نے مرزا قلیچ بیگ کی بجائے لطف اللہ بدوی کے "تذکرہء لطفی' 1931ء اور محمد صدیق میمن کی "سنڌي ادبي تاريخ" 1937ء کتاب ہی کو سب سے پہلے رکھا ہوا ہے۔'(16)

ڈاکٹر جونیجو، ڈاکٹر جویو اور ڈاکٹر شادؔ سومرو میں سے کسی ایک محقق نے بھی مرزا قلیچ بیگ کے مضمون "سنڌي شعر" کو کسی بھی لحاظ سے 'سندھی ادب کی تاریخ نگاری' کی ابتدائی کتاب کے طور پر متعارف نہیں کروایا اور بیشتر سندھی محقق بھی "سنڌي شعر" (۱۹۱۴ء) کو ایک تحقیقی "مضمون"، "تذکرہ" یا "تقریر" ہی سمجھتے ہیں تو پھر بالآخر اسے 'سندھی ادبی تاریخ نگاری' کی اوّلین کتب میں سے ایک کیسے شمار کر لیا جائے؟

ایک طرف تو ڈاکٹر ویسریو نے اپنے اسی مضمون میں اس امر پر صاد کرتے ہوئے مرزا قلیچ بیگ کے اسی مضمون "سنڌي شعر" (طبع اوّل ۱۹۱۴ء) کو 'سندھی ادبی تاریخ نگاری' پر مشتمل ایک پہلی کتاب جبکہ دوسری جانب پھر خود ہی مرزا قلیچ بیگ کی اسی تحریر "سنڌي شعر" (طبع اوّل ۱۹۱۴ء) کو 'سندھی ادبی تاریخ' پر مبنی ایک پہلا "مضمون" بھی قرار دے دیا ہے:

'اس حوالے سے پہلا "مضمون" سندھی ادب کے محسن مرزا قلیچ بیگ کا ملتا ہے جو انھوں نے بہ عنوان "سنڌي شعر جي قديم حالت ۽ ان جو سڌارو" لکھا جسے سندھی ساہت سوسائٹی کی بنیادی مجلس (۱۹۱۴ء) میں اپنی صدارتی تقریر کے دوران پڑھا اور اس میں مرزا صاحب نے شعر کی خوبیوں، سندھی بولی کی بناوٹ اور سندھی شعر کی ترقی کی امثال سمیت اس کے آغاز کے بارے میں بتایا تھا'۔(ترجمہ)(17)

یہاں ایک دلچسپ امر یہ بھی ملتا ہے کہ ڈاکٹر ویسریو نے پھر خود ہی آگے چل کر اپنے اسی مضمون کے اختتام پر لطف اللہ بدوی کے "تذکرہء لطفی" (1931ء) اور محمد صدیق میمن کی "سنڌ جي ادبي تاريخ" (1937ء) کتب ہی کو ابتدائی اور مستند ماخذات میں بھی شمار کیا ہے انھوں نے اسی مضمون کے آخر میں اپنے سابقہ مؤقف سے دستبردار ہوتے ہوئے لکھا ہے: 'سندھی ادبی تاریخ نگاری کی شروعات سے لے کر قیام پاکستان تک ایسی کوئی دوسری کتاب نہیں، ماسوائے خان بہادر محمد صدیق میمن کی ادبی تاریخ بہ عنوان "سنڌ جي ادبي تاريخ" (دو حصّے) اور لطف اللہ بدوی کا لکھا ہوا تذکرہ بہ عنوان "تذکرہء لطفی" (تین حصّوں پر مشتمل) کے جو بنیادی (اوّلین) کارنامے ہیں جن میں 'سندھی ادب کی تاریخ' بیان کی گئی ہے'۔(ترجمہ)(18)

ڈاکٹر ویسریو، ڈاکٹر جونیجو اور ڈاکٹر سومرو کے برعکس پروفیسر منگھارام ملکانی نے اپنی کتاب "سنڌي نثر جي تاريخ" میں محمد صدیق میمن کی کتاب "سنڌ جي ادبي تاريخ" (طبع اوّل ۱۹۳۷ء) کے بجائے انہی کی ایک اور کتاب "ادبي تحفو (نثر جي بهار)" (طبع اوّل ۱۹۳۱ء) کو اولین کتب میں سے جبکہ لطف اللہ بدوی کے "تذکرہء لطفی" کو سنِ طباعت کے لحاظ سے 1937ء کے بجائے ۱۹۴۳ء (19) بعد کے ادوار کی 'سندھی ادبی تاریخ نگاری' کی کتب میں شمار کیا ہے'۔(ترجمہ)(20)

نیز مظفر حسین جوش نے بھی "ادبي تحفو" (21) کو 'سندھی ادبی تاریخ نگاری' یا 'تذکرہ نگاری' کی ابتدائی کتاب کے طور پر روشناس کروایا ہے۔ اس بارے میں انہوں نے لکھا ہے: "ادبي تحفو" میں شامل مضامین میں سندھ کے شعرا کی تاریخ پیدائش تو بیان کی گئی ہے لیکن ان کے سوانحی خاکے نامکمل ہیں جن میں ان کی تعلیم و تربیت سے متعلق نہ کوئی وضاحت، نہ ان ادوار کے سیاسی و سماجی حالات، نہ معاصرین کے نام اور نہ ہی ان کے زمانے کا تعین کیا گیا ہے۔ البتہ انھوں نے ان شعرا کے نمونہءِ کلام کو بطور تحفتاً اس میں ضرور شامل کیا ہے لیکن ان کے مرتبین نے بھی ان شعرا کے متعلق اپنی رائے کا اظہار تک نہیں کیا'۔(ترجمہ)(22)

'سندھی ادبی تاریخ نگاری' کی ان کتب کے بعد نثری تاریخ پر مبنی جو پہلی کتاب منظرِ عام پر آئی وہ "چونڊ سنڌي نثر" ہے۔ اس حوالے سے پروفیسر منگھارام ملکانی نے لکھا ہے: 'استاد دیارام وسنمل میرچندانی کی منتخب سندھی نثری ادبی تاریخ پر مبنی

کتاب ”چونڊ سنڌي نثر“(۱۹۳۵ء)ہے جس کے دیباچہ بہ عنوان”سنڌي نثر جي اوسر“میں سندھی نثر کی ابتداءاورارتقاء پر مفید اور مؤثر انداز میں بحث کی گئی ہے۔اس کی دوسری اشاعت ممبئی سے ۱۹۵۱ء میں ہوئی تھی‘۔(ترجمہ)(23)

اس کے بعد ’سندھی ادبی تاریخ نگاری‘ پر مشتمل محمد خان غنیؔ کا تذکرہ”سنڌ جي جديد شاعري“(۱۹۳۶ء)ملتاہے جس میں محمد خان غنیؔ نے خلیفہ گل محمد ہالائی کو اوّلین جدید سندھی شعرا میں شمار کرتے ہوئے انھیں جدید سندھی شاعری کا بانی قرار دیا ہے لیکن مظفر حسین جوشؔ نے محمد خان غنیؔ کی اس تحقیق اوران کے اس دعویٰ کو مسترد کرتے ہوئے لکھا ہے:

’ایک توان کا یہ تذکرہ نامکمل ہے دوسرا یہ کہ خلیفہ گل محمد ہالائی جدید سندھی شاعری کے بانی نہیں ہیں بلکہ ان سے بھی ایک صدی قبل فارسی عروض میں جدید سندھی شاعری کی بنیاد پڑچکی تھی۔مزید یہ کہ محمد خان غنیؔ نے جدید سندھی شاعری کے حوالے سے سندھ کے علاقے ”تکڑ“ سے تعلق رکھنے والے جن چند شعرا کے نام اوران کے ادوار کا تعین کیا ہے۔ان میں سے اکثر کا سن ولادت یا سنِ وصال ہی نہیں دیااورکسی ایک آدھ شاعر کا بھی صرف سنِ ولادت یاپھر سنِ وفات دینے پر ہی اکتفا کیا ہے۔نیز شعرا کے معاصرین کے بارے میں بھی کچھ نہیں بتایا گیا ہے۔ اسی لیے ان کی اس کاوش کو ایک کامل تذکرہ قرار نہیں دیا جاسکتا ہے‘۔(ترجمہ)(24)

’سندھی ادبی تاریخ نگاری‘ کی جن معروف اور بنیادی اہمیت کی حامل کتب کو پزیرائی حاصل ہوئی اور محققین کی اکثریت بھی اسی بات پر متفق نظر آتی ہے۔وہ ’محمد صدیق میمن کی کتاب”سنڌ جي ادبي تاريخ“ جلد اوّل میں برطانوی دور سے قبل(۱۹۳۷ء) میں سندھی شعرا اور جلد دوم میں برطانوی دور تاسانگی قلیچ بیگ(۱۹۵۱ء)میں شعرا کے ساتھ نثر نویسوں کے بارے میں بھی بتایا گیا ہے‘۔(ترجمہ)(25)

لہٰذا مذکورہ بحث کی روشنی میں اب اس بات سے انکار ممکن نہیں کہ لطف اللہ بدوی کا”تذکرہء لطفی“تذکرہ نگاری اور محمد صدیق میمن کی کتاب”سنڌ جي ادبي تاريخ“ہی سندھی ادبی تاریخ نگاری کی اوّلین کتب میں شمار ہوتی ہیں۔

پروفیسر ملکانی نے اسی عہد کے ایک اور مؤرخ کا ذکر بھی کیا ہے: ’۱۹۳۷ء ہی میں م۔ج شہانی نے”سنڌي جو رهبر“کے نام سے ایک کتابچہ مرتب کیا تھا،جس میں سندھی زبان کی بنیاد اور نثر و نظم پر مبنی مختصر مضامین شامل تھے اور یہ مضامین زیادہ تر ڈاکٹر گر بخشانی اور کاکا بھیرو مل مہرچند آڈوانی کی کتاب(مطبوعہ ۱۹۴۱ء) سے اخذ کیے گئے تھے‘۔(ترجمہ)(26)

ایک جانب تو پروفیسر ملکانی نے یہ لکھا ہے کہ م۔ج شہانی کی کتاب”سنڌي جو رهبر“۱۹۳۷ء میں شائع ہوئی تھی اور پھر دوسری جانب یہ بھی لکھ ڈالا ہے کہ م۔ج شہانی کی”سنڌي جو رهبر“(مطبوعہ ۱۹۳۷ء)میں شامل یہ مضامین زیادہ تر کاکا بھیرو مل

مہرچند آڈوانی کی "سنڌي ٻولي جي تاريخ" (مطبوعہ ۱۹۴۱ء) کتاب کے اخذ کردہ ہیں جو م۔ج شہانی کی "سنڌي جو رھبر" (مطبوعہ ۱۹۳۷ء) کے چار سال بعد شائع ہوئی تھی: 'کاکا بھیرومل مہرچند آڈوانی کی یہ کتاب "سنڌي ٻولي جي تاريخ" کی اشاعت ۱۹۴۱ء میں ہوئی۔ اس کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ قیام پاکستان کے بعد سندھی ادبی بورڈ جامشورو نے یہی کتاب چھ بار شائع کروائی تھی جو تین حصّوں پر مشتمل ہے: پہلا قدیم سندھی زبان، دوسرا سندھی زبان کی اصل بنیاد اور لہجہ جبکہ تیسرا اور آخری حصّہ سندھی زبان کی تبدیلیوں اور خاصیتوں پر مبنی ہے۔' (ترجمہ)(27)

حیرت کی بات یہ ہے کہ پروفیسر منگھارام ملکانی نے نہ جانے یہ کس طرح لکھ ڈالا ہے کہ م۔ج شہانی کی کتاب "سنڌي جو رھبر" جو ۱۹۳۷ء میں شائع ہوئی تھی، اس میں شامل یہ مضامین چار سال قبل کاکا بھیرومل مہرچند آڈوانی کی کتاب "سنڌي ٻولي جي تاريخ" (مطبوعہ ۱۹۴۱ء) کے اخذ کردہ ہیں! بھلا یہ کیونکر ممکن ہوسکتا ہے؟ کہ کاکا بھیرومل مہرچند آڈوانی کی کتاب ۱۹۴۱ء میں شائع کیے گئے ان کے یہ مضامین چار سال قبل م۔ج شہانی کی "سنڌي جو رھبر" ۱۹۳۷ء میں شامل ہو گئے ہوں؟

پروفیسر منگھارام ملکانی کی 'سندھی ادبی تاریخ نگاری' کے حوالے سے کی گئی یہ تحقیق بھی قابلِ ذکر ہے جس میں انھوں نے لکھا ہے: 'پروفیسر لطف اللہ بدوی کا "تذکرہء لطفی" تین جلدوں پر مشتمل بالترتیب ۱۹۴۳ء، ۱۹۴۶ء اور ۱۹۵۲ء میں شائع ہوا تھا جبکہ چوتھی جلد غیر مطبوعہ ہے۔ اس تذکرے میں ہندو اور مسلم سندھی شعراؔ اور ان کے کلام کو 'سندھی ادبی تاریخ نگاری' کے پس منظر میں ایک نئے انداز سے متعارف کروایا گیا ہے'۔ (ترجمہ)(28)

جبکہ ڈاکٹر انور فگار نے اپنے ایک تحقیقی مضمون "تذکرہء لطفی کی علمی و ادبی اہمیت" میں اس کی جلد دوم (طبع دوم) کا سن اشاعت ۱۹۵۵ء اور (طبع سوم) کا سن اشاعت ۱۹۶۷ء لکھا ہے اور شمس الدین عرسانی نے "تذکرہء لطفی" کی جلد اوّل کا سن اشاعت ۱۹۳۶ء اور جلد دوم کا سن اشاعت ۱۹۴۱ء لکھا ہے'۔(29)

'سندھی ادبی تاریخ نگاری' کی ان کتب کے بعد ہالا کے مشہور ادیب اور شاعر شیخ محمد عبدالحیٔ سلیم کا 'ستتر صفحات پر مبنی مضمون "تذکرہ شعراءِ ھالا" کے نام سے ۱۹۴۴ء میں شائع ہوا تھا جس میں ہالا کنڈی کے نئے پرانے باون شعراؔ اور ان کے نمونہء کلام کو شامل کیا گیا تھا'۔ (ترجمہ)(30)

جبکہ اسی مضمون "تذکرہ شعراءِ ھالا" کو ایک غیر معیاری اور غیر مستند 'سندھی ادب کی تاریخ' بھی سمجھا جاتا ہے۔ اس حوالے سے ڈاکٹر ابراہیم خلیل نے اپنی تالیف "ادب و تنقید" میں لکھا ہے: 'یہ کتابچہ جس قدر مختصر ہے اسی قدر اغلاط سے بھرا ایک گٹھل بھی ہے اور یہ بالکل ہی ایک غیر ذمہ دارانہ اور انجان طریقے سے لکھا گیا ہے جس کی وجہ سے تذکرہ نگاری کا مقصد پورا نہیں ہوتا۔ اس

ISSN NO. 1818-9296

میں کسی شاعر کا مفصّل احوال دیا گیا ہے اور نہ ہی کسی شاعر کے نمونہ ءکلام کو عمدہ طریقے سے پیش کیا گیا ہے۔ رہی تنقید وہ تو بہت دور کی بات ہے کیونکہ جو محقق قوتِ انتخاب نہ رکھتا ہو بھلا وہ انتقادِ ادب کی صلاحیت کیا خاک رکھ پائے گا؟'۔(ترجمہ)(31)

'سندھی ادب کی تاریخ نگاری' کا ارتقائی سفر جس طرح قیامِ پاکستان سے قبل جاری تھا اسی طرح وہ پاکستان بننے کے بعد پہلے سے بھی بہتر انداز میں جاری رہا ہے۔ ذیل میں اسی حوالے سے بحث کی گئی ہے۔

- **قیام پاکستان کے بعد 'سندھی ادب کی تاریخ نگاری' کا ارتقاء:**

قیام پاکستان کے بعد بھی 'سندھی ادبی تاریخ نگاری' کے حوالے سے جس کتاب کو اوّلین کتب میں شمار کیا گیا ہے وہ محمد صدیق میمن کی مرتبہ "سنڌ جي ادبي تاريخ" (جلد دوم مطبوعہ 1951ء) برطانوی دور تا قلیچ بیگ، شعرا اور نثر نویسوں کے بارے میں ہے جبکہ اردو زبان میں پیر سیّد حسّام الدین راشدی کی تالیف کردہ 'سندھی ادب' (مطبوعہ 1951ء) سب سے پہلی کتاب ہے۔ نیز ارتقائی مراحل کے حوالے سے دیگر 'سندھی ادبی تاریخ نگاری' کی کتب بھی اہمیت کی حامل ہیں۔ ذیل میں انہی کتب کے بارے میں بحث کی گئی ہے۔

پاکستان کی آزادی کے کچھ ہی عرصے بعد جب اردو کو قومی زبان کا درجہ ملا تو 'اردو ادبی تاریخ نگاری' کی کتب میں یہاں کے مقامی اور علاقائی ادب کے بارے میں دی گئی معلومات نہ ہونے کے برابر تھیں۔

اس سلسلے میں دیگر صوبوں کے ساتھ ساتھ صوبہ ءسندھ کے عظیم اور قدیم ورثے کی حامل 'سندھی ادبی تاریخ' کو اردو زبان میں پیش کرنے اور اس کے لسّانی اور ادبی سرمایہ سے استفادہ کرنے کی شدید ضرورت محسوس کی گئی۔ کیونکہ پاکستان کی آزادی سے قبل 'سندھی ادبی تاریخ' پر مبنی مواد زیادہ تر عربی، فارسی، ہندی، انگریزی اور سندھی زبانوں میں تو کچھ نہ کچھ موجود تھا لیکن 'اردو زبان' میں اس بارے میں کوئی خاص معلومات دستیاب نہ تھیں۔

البتہ غلام محمد لاکھو کی تحقیق کے مطابق قیام پاکستان سے قبل 'اردو زبان میں سندھی ادب کی تاریخ' کے حوالے سے 'فقیر ہدایت علی تارک کی کتاب "تاریخ شعرائ سنڌ" جو سندھی زبان میں ۱۹۳۰ء میں لکھی گئی تھی لیکن اس کا اصل متن تا حال شائع نہیں ہو سکا۔ تاہم، اس کا اردو ترجمہ پیر حسّام الدین راشدی نے کیا تھا جسے بعد ازاں بہاول پور کے محترم حفیظ الرحمٰن نے ۱۹۴۵ء میں شائع کروایا تھا اور اس کی بھی صرف نقل ہی موجود ہے'۔(ترجمہ)(32)

واضح رہے کہ غلام محمد لاکھو نے یہ نہیں لکھا ہے کہ وہ نقل اس وقت کہاں اور کس کے پاس ہے؟ اس بارے میں یہ ایک قیاس آرائی ہی سمجھی جاسکتی ہے۔ چونکہ اس کتاب سے پہلے اردو میں اس نوعیت کی کوئی اور دوسری کتاب بھی موجود نہ تھی لہٰذا 'اردو زبان میں سندھی ادب کی تاریخ' کے حوالے سے اسے اولین کتب میں شمار کر لیا گیا ہے۔

حالانکہ پیر حسّام الدین راشدی کی کتاب 'سندھی ادب' (مطبوعہ ۱۹۵۱ء) شائع ہوئی تھی جو اردو زبان میں 'سندھی ادب کی تاریخ نگاری' کی اوّلین کتب میں سے ایک ہے۔ جبکہ اس بارے میں ایک غلط فہمی یہ بھی پائی جاتی ہے کہ شاید یہی کتاب فقیر ہدایت علی تارکؔ کی سندھی میں لکھی گئی کتاب "تاریخ شعرائے سنڌ" (مطبوعہ ۱۹۳۰ء) ہی کا اردو ترجمہ ہو۔ حالانکہ اس حوالے سے کوئی مستند حوالہ نہیں ملتا۔ لہٰذا حتمی طور پر یہ نہیں کہا جاسکتا کہ راشدی صاحب کی یہی کتاب اس کتاب کا اردو ترجمہ ہی ہو۔

فقیر ہدایت علی تارکؔ کی کتاب "تاریخ شعرائے سنڌ" صرف شعرا کی تاریخ پر مبنی ہے اور اس میں نثر نگاروں کا کوئی ذکر تک نہیں کیا گیا تو پھر راشدی صاحب کی اس کتاب کو فقیر ہدایت علی تارکؔ کی کتاب کا اردو ترجمہ کس طرح کہا جاسکتا ہے؟

ان کتب کی اشاعت کے کئی سال بعد معروف سندھی ادیب اور تاریخ دان ڈاکٹر نبی بخش بلوچ کی کتاب "سنڌي ٻولي جي مختصر تاريخ" (مطبوعہ ۱۹۶۲ء)، پروفیسر غلام علی الانہ کی کتاب "سنڌي نثر جي تاريخ" (مطبوعہ ۱۹۶۶ء) اور اسی نام سے پروفیسر منگھارام ملکانی کی کتاب "سنڌي نثر جي تاريخ" (مطبوعہ ۱۹۶۸ء) بھی منصہء شہود پر آئیں لیکن انھیں صرف زبان اور نثری تاریخ تک محدود ہونے کی وجہ سے مکمل اور اولین سندھی ادب کی تاریخ قرار نہیں دیا جاسکتا۔

اردو اور سندھی زبانوں کی ان کتب کی اشاعت کے بعد انگریزی زبان میں بھی پروفیسر لال سنگھ اجوانی کی کتاب "History of Sindhi Literature" (۱۹۷۰ء) شائع ہوئی۔

اس کے بعد سندھی زبان میں ڈاکٹر میمن عبدالمجید سندھی کی کتاب "سنڌي ادب جو تاريخي جائزو" (۱۹۷۲ء)، ڈاکٹر عبدالجبار جونیجو کی کتاب "سنڌي ادب جي مختصر تاريخ" (۱۹۷۳ء) اور عبدالغفور میمن سندھی کی "سنڌي ادب جي مختصر تاريخ" حصّہ اوّل (۱۹۷۴ء) قابلِ ذکر ہیں۔

۱۹۷۷ء میں چار سال کے وقفے سے پروفیسر منگھارام ملکانی اور پروفیسر غلام علی الانہ کی کتب ایک ہی نام "سنڌي نثر جي تاريخ" (تصحیح اور ترمیم) کے ساتھ دوبارہ شائع ہوئیں۔

دو سال بعد ڈاکٹر غلام نبی سدھایو کی کتاب "سنڌي ادب جي مختصر تاريخ" (۱۹۷۹ء) شائع ہوئی۔

اگلے سال ۱۹۸۰ء میں ڈاکٹر نبی بخش بلوچ کی ”سنڌي ٻولي ۽ ادب جي مختصر تاريخ“ کی دوبارہ اشاعت ہوئی۔

۱۹۸۱ء اور ۱۹۸۳ء میں ’سندھی ادبی تاریخ‘ کے مختلف تراجم شائع ہوتے رہے: ان میں پہلی جرمن مستشرق خاتون این میری شمل کے ’سندھی ادبی تاریخ‘ سے متعلق مضمون کا سندھی ترجمہ غلام حیدر ابڑو نے ”سنڌي ادب جي ارتقاء“، پیر سیّد حسّام الدین راشدی کی کتاب ’سندھی ادب‘ کا سندھی ترجمہ خیر محمد لاکھو نے بہ عنوان ”سنڌي ادب جي تاريخ جو مختصر جائزو“ (۱۹۸۱ء) اور ڈاکٹر میمن عبدالمجید سندھی کی کتاب ”سنڌي ادب جي تاريخ جو جائزو“ کا اردو ترجمہ خیر محمد اوحدی نے ”سندھی ادب کی مختصر تاریخ“ (۱۹۸۳ء) کے عنوان سے کیا۔

۱۹۸۴ء میں ڈاکٹر دَیا آشا کی سندھی زبان میں کتاب ”سنڌي شعر جي تواريخ“ (ناپو پھریون) اور پوپٹی ہیرا نندانی کی انگریزی زبان میں کتاب ”History of Sindhi Literature“ کی بھی اشاعت ہوئی۔

چار سال بعد ۱۹۸۸ء میں زیب سندھی کی کتاب ”ڀنڀور“ پھر اس کے دو سال بعد ڈاکٹر نبی بخش بلوچ کی کتاب ”سنڌي ٻولي ۽ ادب جي مختصر تاريخ“ کی اشاعت سوم (۱۹۹۰ء) ہوئی۔

’سندھی ادب کی تاریخ نگاری‘ سندھی کے ساتھ ساتھ انگریزی، اردو اور پنجابی میں بھی کی گئی ہے۔ ۱۹۹۱ء میں محمد آصف کا پنجابی ترجمہ ”سندھی ادب دی تاریخ“ اور پروفیسر لال سنگھ اجوانی کی کتاب کا انگریزی ترجمہ ہیرانند شیو کانی نے ” History of Sindhi Literature“ کے عنوان سے شائع ہوا۔ پھر اکبر لغاری کی کتاب ”سنڌي ادب جو مختصر جائزو“ (۱۹۹۲ء) اور ڈاکٹر عبدالمجید میمن سندھی کی کتاب ”سنڌي ادب جي تاريخ“ (طبع دوم ۱۹۹۳ء) شائع ہوئیں۔

۱۹۹۹ء میں ڈاکٹر حیدر سندھی کی کتاب ”سندھی زبان وادب کی تاریخ“ طبع اول، ڈاکٹر عبدالجبار عابد لغاری کی کتاب ”سنڌي شاعري جي مختصر تاريخ“ اور ڈاکٹر نبی بخش کی کتاب ”سنڌي ٻولي ۽ ادب جي مختصر تاريخ“ کی چوتھی اشاعت ہوئی۔

۲۰۰۲ء میں مشتاق مسرور باریچو کی کتاب ”سنڌي ادب جي تاريخ“ (سوالاً جواباً) شائع ہوئی۔

۲۰۰۳ء میں ڈاکٹر عبدالجبار عابد لغاری نے خان بہادر محمد صدیق میمن کی کتاب ”سنڌي ادب جي تاريخ“ کی دونوں جلدوں کو یکجا کرنے کے بعد انھیں شائع کروایا۔

۲۰۰۴ء میں 'اردوزبان میں سندھی ادبی تاریخ' پر مبنی سیّد مظہر جمیل کی ایک جامع کتاب بہ عنوان 'جدید سندھی ادب میلانات، رجحانات اورامکانات'، ڈاکٹر عبدالجبار جونیجو کی "سنڌي ادب جي مختصر تاريخ" اور پروین موسیٰ میمن کی کتاب "سنڌي ادب جو ادبي جائزو ۽ لطيفيات" اشاعت پزیر ہوئیں۔

۲۰۰۵ء میں ڈاکٹر عبدالجبار جونیجو کی "سنڌي ادب جي تاريخ" (جلد ٽيون)، خان بہادر محمد صدیق میمن کی "سنڌي ادب جي تاريخ" (ٻيو ڀاڱو)، ڈاکٹر این میری شمل کی کتاب "سنڌي ادب جي ڇاپي" کا ڈاکٹر حیدر سندھی کا سندھی ترجمہ، بدر دھامراکی سوال وجواب پر مشتمل کتاب "سنڌي ادب پڌرا" اور مختیاراحمد ملاح کی کتاب "سنڌي ادب تي هڪ نظر" (معروضي) طبع اوّل شائع ہوئیں۔

۲۰۰٦ء میں ڈاکٹر حیدر سندھی کی "سندھی زبان وادب کی تاریخ" طبع دوم، مختیاراحمد ملاح کی "سنڌي ادب تي هڪ نظر" (معروضي) اشاعت دوم اور پھرانہی کی کتاب "سنڌي ادب جي تاريخ جو جديد مطالعو" شائع ہوئیں۔

۲۰۰۷ء میں پروفیسر لال سنگھ اجوانی کی کتاب "سنڌي ادب جي تاريخ" کے ہیرانند شیوکانی کے انگریزی ترجمہ طبع دوم، سوم اور میاں میر چانڈیو کی "سنڌي ادب جي تاريخ ۽ صنفن تي هڪ نظر" کی بھی اشاعت ہوئی۔

۲۰۰۸ء میں شیخ عزیز کی کتاب "History of Sindhi Literature" شائع ہوئی۔

۲۰۰۹ء میں ڈاکٹر شمس الدین عرسانی کی "سنڌي ادب جي ارتقائي تاريخ" (نثري ادب) اور پھر ڈاکٹر نبی بخش بلوچ کی "سنڌي زبان ۽ ادب جي مختصر تاريخ" اردو مترجمہ شذرہ سکندری 'سندھی زبان وادب کی مختصر تاریخ' نامی کتب شائع ہوئیں۔

دس سال بعد ۲۰۱۹ء میں عطیہ داؤد کی کتاب "سندھی ادب۔ ایک مختصر تاریخ" شائع ہوئی۔

پھر 2022ء میں محمد ابراہیم کھوکھر کی کتاب "سندھی ادب کی تاریخ" شائع ہوئی۔

تاہم، "اردوزبان میں سندھی ادب کی تاریخ نگاری" کا باقاعدہ آغاز پیرحسّام الدین راشدی کی کتاب 'سندھی ادب' کا ادارہء مطبوعات کراچی (۱۹۵۱ء) سے ہوا۔ بعدازاں دیگر مؤلفین، مترجمین اور مرتبین نے بھی اپنے طور پر اس سلسلے کو جاری رکھا۔ لیکن "اردوزبان میں سندھی ادب کی تاریخ نگاری" کی طباعت اوراشاعت کا باقاعدہ سلسلہ تواتر کے ساتھ قائم نہیں رکھا جاسکا جس کا اندازہ اس بات سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ ان کتب کے منصہء شہود پر آنے میں ایک تا دو عشروں بلکہ ربع صدی تک کا وقفہ بھی رہا۔

پیرحسّام الدین راشدی کی کتاب 'سندھی ادب' کی اشاعت ۱۹۵۱ء کی تقریباً ربع صدی (بائیس 22 برس) بعد 1972ء میں "تاریخِ ادبیاتِ مسلمانانِ پاکستان وہند" (تیرھویں جلد) علاقائی ادبیات مغربی پاکستان (جلد اوّل) حصّہ "سندھی" کے پانچ ابواب اور ڈاکٹر جمیل جالبی کی تاریخ ادب اردو (جلد اوّل) 1975ء کی اشاعت ہوئی جس کے اگلے سال ۱۹۷۶ء میں "اردو زبان کے طلبا کی ضرورت کے پیشِ نظر سندھی ادب کی تاریخ نگاری" سے متعلق معلومات کی کمی کو پورا کرنے اوران کی نصابی ضروریات کو حقیقی معنوں میں وقت کے تقاضوں سے ہم آہنگ کرنے کی خاطر پروفیسر احمد شمیم خاں نے "مطالعہ: سندھ میں اردو شاعری" کے عنوان سے ایک مختصر سی کتاب میں سندھ کے مغلیہ، کلہوڑا اور ٹالپر ادوار کے شعرا کے حالات زندگی اوران کے اردو اشعار کا انتخاب پیش کیا تھا۔

اس کتاب کی اشاعت کے ایک عشرے بعد ۱۹۸۵ء میں اکادمی ادبیات پاکستان اسلام آباد کی طرف سے "سندھی ادب اور ثقافت" کے عنوان سے ایک سیمینار منعقد کیا گیا تھا جس میں ملک بھر کے نامور محققین اور مؤرخین کی طرف سے سندھی ادب اور ثقافت پر مبنی مختلف تحقیقی مقالات پڑھے گئے تھے اور انھیں خالد اقبال یاسر نے "ادبی تناظر؛ سندھی ادب اور ثقافت پر مقالات" کے عنوان سے اس مجموعے کو ایک کتابی شکل میں مرتب کیا جسے اکادمی ادبیات پاکستان اسلام آباد کی طرف سے شائع کیا گیا تھا۔

اس کتاب کی اشاعت کے دو برس بعد ایک بار پھر اکادمی ادبیات پاکستان ہی کی طرف سے نیاز ہمایونی کی "سندھی شاعری" (قدیم وجدید شعراء) پر مشتمل کتاب (طبع اوّل) کو ۱۹۸۷ء میں شائع کیا گیا تھا۔

اس کتاب کی اشاعت کے بارہ برس بعد ڈاکٹر حیدر سندھی کی "سندھی زبان وادب کی تاریخ" 1999ء میں شائع ہوئی۔

جس کی اشاعت کے سات سال بعد ۲۰۰۶ء میں سندھی ادیب اور دانشور اقبال احمد کی کتاب "اولیائے سندھ" کی اشاعت ہوئی، جس میں سندھ کے صوفیاء اور اولیاء کے منتخب اشعار اور مختصر حالاتِ زندگی کے حوالے سے ان کی فکر وفن پر بحث کی گئی ہے۔

جس کے بعد سیّد مظہر جمیل کی علیٰ الترتیب دو کتب "جدید سندھی ادب ادبی رجحانات، میلانات اور امکانات" 2004ء اور ۲۰۰۷ء میں اور پھر دو سال کے وقفے سے "مختصر زبان وادب سندھی" ۲۰۰۹ء میں شائع ہوئیں۔

ان کتب کی اشاعت کے اگلے سال ۲۰۱۰ء میں رشید بھٹی کی کتاب "تصوّف اور سندھی کلاسیکی شاعری" شائع ہوئی، جس میں سندھ کے صوفیاء، اولیاء کے منتخب اشعار اور مختصر حالاتِ زندگی پر مبنی بحث کی گئی ہے۔

اس کتاب کی اشاعت کے دو برس بعد ۲۰۱۲ء میں سندھی زبان کے مایہ ناز محقق، مؤرخ، دانشور اور جامعہ سندھ کے پروفیسر ڈاکٹر نبی بخش بلوچ کی کتاب "سندھ میں اُردو شاعری" کی پھر سے محکمہء ثقافت کی طرف سے اشاعت کی گئی۔

ڈاکٹر نبی بخش کی کتاب "سنڌي زبان ۽ ادب جي مختصر تاريخ" اردو مترجمہ شذرہ سکندری(۲۰۰۹ء) کے دس سال بعد ۲۰۱۹ء میں عطیہ داؤد کی "سندھی ادب۔ ایک مختصر تاریخ" اوکسفورڈ یونی ورسٹی پریس کراچی کی طرف سے شائع کی گئی۔

2022ء میں محمد ابراہیم کھوکھر کی کتاب "سندھی ادب کی تاریخ" (قیامِ پاکستان تاحال) اکادمی ادبیات پاکستان اسلام آباد کی طرف سے شائع کی گئی ہے۔

اس طرح فی الوقت "سندھی ادبی تاریخ" پر مبنی سندھی زبان میں گزشتہ پندرہ سال سے اور اردو زبان میں پچھلے چار سالوں سے کسی کتاب کی اشاعت نہیں ہو سکی ہے۔ اردو زبان میں ترجمہ کی گئی "سندھی ادبی تاریخ" پر مبنی یہ ساری کتب کسی نہ کسی سندھی یا انگریزی کتب سے اردو میں ترجمہ کی گئی ہیں۔ مگر ان میں سے صرف دو کتب کے اردو مترجم نے مکمل سندھی کتب کا ترجمہ کیا ہے۔ نیز ان کے حواشی اور اقتباسات بھی انہی کتب سے اخذ کی گئی معلومات پر مبنی ہیں۔ جبکہ دیگر کتب کے آخر میں "سندھی ادب کی تاریخ" کی کتب کو حواشی اور کتابیات کے بطورِ حوالہ بھی استعمال کیا گیا ہے۔ ان میں ڈاکٹر نبی بخش بلوچ، ڈاکٹر حیدر سندھی، سیّد مظہر جمیل، عطیہ داؤد اور محمد ابراہیم کھوکھر نے اپنی تالیفات میں ان کتب کی جامع فہرست بھی دی ہے۔

تاہم، "اردو زبان میں سندھی ادبی تاریخ" کی ان کتب کی طباعت اور اشاعت کے ساتھ ساتھ صرف دو کتب ہی ایسی ہیں جو کہ باقاعدہ طور پر اصل مؤلفین کے ناموں سے ترجمہ کی گئی ہیں اور انھوں نے نہ صرف ان کتب کے اصل مؤلفین کے نام لکھے، بلکہ اپنی طرف سے دی گئی ضروری حواشی، تصحیحات اور توضیحات کو بھی شامل کیا ہے۔ ان میں سے ایک شذرہ سکندری صاحبہ ہیں۔ انھوں نے ڈاکٹر نبی بخش خاں بلوچ کی کتاب "سندھی زبان وادب کی تاریخ" کا اردو ترجمہ کیا ہے اور دوسرے حافظ خیر محمد اوحدی صاحب، جنھوں نے ڈاکٹر میمن عبدالمجید سندھی کی کتاب "سندھی ادب کی مختصر تاریخ" کا اردو ترجمہ کیا ہے۔

چونکہ "سندھی ادب کی تاریخ نگاری کے اردو تراجم" کی باقاعدہ طور پر صرف دو ہی کتب دستیاب ہیں۔ لہٰذا یہاں انہی کا مختصر اًتعارف پیش کیا جارہا ہے۔ تاکہ اس موضوع کے آغاز کے حوالے سے بہتر انداز میں معلومات حاصل کی جاسکیں۔

"سندھی ادب کی تاریخ نگاری کے اردو تراجم" کے آغاز کے سلسلے میں صرف دو ایسے مترجمین کے نام ملتے ہیں۔ جنھوں نے سندھی زبان میں لکھی گئی "سندھی ادبی تاریخ" کی مکمل کتب کے باقاعدہ اصل مصنف کے نام ساتھ ان کے اردو تراجم کیے ہیں۔

ان میں سے ایک نام حافظ خیر محمد اوحدی کا آتا ہے، جنھوں نے عبدالمجید میمن کی سندھی زبان میں لکھی ہوئی کتاب "سنڌي ادبي تاريخ" (1972-1976ء) کا اردو ترجمہ "سندھی ادب کی مختصر تاریخ" کے عنوان سے کیا ہے اور اسے انسٹیٹیوٹ آف سندھیالوجی جامشورو کی طرف سے ۱۹۸۳ء میں شائع کیا جا چکا ہے۔

جب کہ دوسرا نام شذرہ سکندری کا آتا ہے جنھوں نے ڈاکٹر نبی بخش بلوچ کی سندھی زبان کی کتاب "سنڌي ٻولي ۽ ادب جي تاریخ" 1999ء کا مکمل اردو ترجمہ بہ عنوان "سندھی زبان اور ادب کی تاریخ" کیا ہے اور اسے سندھی ادبی بورڈ حیدرآباد کی طرف سے (طبع ہشتم) ۲۰۰۹ء میں شائع کیا گیا ہے۔اس حوالے سے شذرہ سکندری صاحبہ نے ترجمے کے فن،اصول اور تقاضوں کو اچھی طرح سے نبھاتے ہوئے اپنے اس اردو ترجمے میں بہ تحت ضرورت حواشی میں تصحیحات اور توضیحات بھی لکھی ہیں جو اس طرح کے 'سندھی ادبی تاریخ' کے اردو ترجمے میں کہیں اور دکھائی نہیں دیتیں۔

اس بحث سے کی روشنی میں دیکھا جائے تو یہ وقت کا اہم تقاضہ ہے کہ سندھی ادبی تاریخ کو نہ صرف اردو بلکہ وطنِ عزیز کی دوسری زبانوں میں بھی شایع کیا جائے تا کہ سندھی ادبی ورثے سے ہر ایک استفادہ حاصل کر سکے اور اس کے ذریعے لسانی مشکلات سے بچا جا سکے۔ نیز سرزمینِ سندھ کے ادبی سرمائے کے ذریعے محبت، امن، بھائی چارے اور رواداری کے جذبے کو فروغ دیا جا سکے۔

حوالہ جات:

۱۔ فتح پوری، ڈاکٹر فرمان، اردو شعراء کے تذکرے اور تذکرہ نگاری، کراچی: انجمن ترقی اردو پاکستان،۱۹۹۸ء، ص۱۱۔

۲۔ جونیجو، ڈاکٹر عبدالجبار، سنڌي ادب جي مختصر تاريخ، طبع دوم، حیدرآباد: زیب ادبی مرکز، ۱۹۸۳ء، ص۶۔

۳۔ جونیجو، ڈاکٹر عبدالجبار، سنڌي ادب جي مختصر تاريخ، جلد اول، حیدرآباد: سندھی لینگویج اتھارٹی، ۲۰۰۴ء، ص۱۷۔

۴۔ شاد، ڈاکٹر محمد شریف، ادبي تاريخ نويسي جو فن ۽ سنڌي ادب جي تاريخن جو جائزو، مشمولہ: تخئیل، حیدرآباد: ماروی اکیڈمی سندھ، ۲۰۱۷ء، ص۱۲۸۔

۵۔ ویسریو، ڈاکٹر منظور علي، سنڌي ادب جي تاريخ جو ابتدا کان وٺي پاڪستان قائم ٿيڻ تائين ارتقائي جائزو، مشمولہ: بھٹائی، خیرپور: شاہ عبداللطیف یونی ورسٹی،۲۰۱۷ء، ص۱۰۔۱۱۔

۶۔ ایضاً، ص۱۰۔ ۷۔ ایضاً، ص۱۱۔

۸۔ لاکو، غلام محمد، سنڌي ادب جو مختصر جائزو، مؤلفہ: پیر حسام الدین راشدی، مشمولہ: مقدمو، حیدرآباد: سندھ تحقیقی بورڈ، طبع دوم، ۱۹۹۶ء، ص۲۰۔

۹۔ جوش، مظفر حسین، سنڌي ادب ۾ تذڪره نگاري، مشمولہ: نئین زندگي، کراچی: نومبر ۱۹۶۰ء، ص۴۔۵۔

۱۰۔ ملکانی، پروفیسر منگھارام، سنڌي نثر جي تاريخ، حیدرآباد: زیب ادبی مرکز، ۱۹۷۷ء، ص۳۴۹۔

۱۱۔ گر بخشانی، ڈاکٹر ہوت چند مولچند، سنڌي ادب جو مختصر جائزو، مشمولہ: ٽيمنجھر، خاص نمبر، حیدرآباد: سندھی ساہت گھر، اکتوبر ۲۰۰۵ء، ص۱۹۔

۱۲۔ محولہ بالا، سنڌي ادب جو مختصر جائزو، مترجم: غلام محمد لاکو، مشمولہ: مقدمو، ص۲۰۔

۱۳۔ محولہ بالا، ادبي تاريخ نويسي جو فن ۽ سنڌي ادب جي تاريخن جو جائزو، مشمولہ: تخیل، ص۱۳۳۔

۱۴۔ ایضاً، ص۱۳۳۔ ۱۵۔ ایضاً، ص۱۳۱۔

۱۶۔ جمیل، سید مظہر، جدید سندھی ادب، (میلانات، رجحانات، امکانات)، مشمولہ: مقدمہ، ڈاکٹر ابراہیم جویو، کراچی: اکادمی بازیافت، ۲۰۰۷ء، ص ب۔

۱۷۔ محولہ بالا، سنڌي ادب جي تاريخ جو ابتدائي کان وٺي پاڪستان قائم ٿيڻ تائين ارتقائي جائزو، مشمولہ: بھٹائی، خیرپور: شاہ عبداللطیف یونی ورسٹی، ص۲۱۔۲۲۔

۱۸۔ ایضاً، ص۱۱۔

۱۹۔ محولہ بالا، سنڌي نثر جي تاريخ، ص۴۱۳۔

۲۰۔ ''تذکرہء لطفی'' کی طباعت کے سلسلے میں ڈاکٹر انور فگار کے تحقیقی مضمون ''تذکرہء لطفی کی علمی، ادبی اہمیت'' میں اس کی جلد دوم (طبع دوم) کا سنِ اشاعت ۱۹۵۵ء اور (طبع سوم) کا سنِ اشاعت ۱۹۶۷ء درج ہیں۔ جبکہ شمس الدین عرسانی نے ''تذکرہء لطفی'' کی جلد اوّل کا سنِ اشاعت ۱۹۳۶ء اور جلد دوم کا سنِ اشاعت ۱۹۴۱ء لکھا ہے۔ ششماہی رسالہ ''سندھی ادب''، انسٹیٹیوٹ آف سندھالاجی، سندھ یونی ورسٹی، جامشورو، ۱۹۹۷ء، ص۱۰۔

۲۱۔ محولہ بالا، سنڌي ادب ۾ تذڪره نگاري، مشمولہ: نئين زندگي، ص۵۔

۲۲۔ اسی نام سے سندھی میں دو مختلف ادبی تاریخ کی کتب ہیں۔ ایک سندھی ادب کی تاریخ پر مبنی کتاب 'ادبي تحفو' (طبع اوّل ۱۹۳۱ء) مرتبہ محمد صدیق مسافرؔ، میاں عطا محمد عطاؔ اور مرزا گل حسن احسنؔ کربلائی ہے۔ جبکہ دوسری محمد صدیق میمن کی کتاب 'ادبي تحفو' (نثر جي بھار) بھی (طبع اوّل ۱۹۳۱ء) ہے۔

۲۳۔ محولہ بالا، سنڌي نثر جي تاريخ، ص۱۷۔

۲۴۔ محولہ بالا، سنڌي ادب ۾ تذڪره نگاري، مشمولہ: نئين زندگي، ص۶۔

۲۵۔ محولہ بالا، سنڌي نثر جي تاريخ، ص۴۱۴۔

۲۶۔ ایضاً، ص۴۱۴۔ ۲۷۔ ایضاً، ص۴۱۵۔ ۲۸۔ ایضاً، ص۴۱۵۔

۲۹۔ انور فگار، ڈاکٹر، ''تذکرہء لطفی کی علمی و ادبی اہمیت''، مشمولہ: ششماہی رسالہ ''سندھی ادب''، جامشورو: انسٹیٹیوٹ آف سندھالاجی، سندھ یونی ورسٹی، ۱۹۹۷ء، ص۱۰۔

۳۰۔ سلیم، شیخ محمد عبدالحئ، تذکرہ شعرائے ہالا، دیباچہ، ہالا: ۱۹۴۴ء، ص ا۔

۳۱۔ خلیل، ڈاکٹر محمد ابراہیم، ادب ۽ تنقيد، شکارپور: مہران اکیڈمی، طبع دوم، ۲۰۰۱ء، ص۱۶۴۔

۳۲۔ محولہ بالا، مقدمو، مشمولہ: سنڌي ادب جو مختصر جائزو، مترجم: غلام محمد لاکو، ص۲۰۔

کتابیات:

ا۔ احسن کربلائی، مرزا گل حسن، میاں عطا محمد عطاؔ اور محمد صدیق مسافرؔ، مرتبین۔ *ادبي تحفو*۔ طبع اوّل، ۱۹۳۱ء۔

۲۔ جمیل، سید مظہر۔ *جدید سندھی ادب: میلانات، رجحانات، امکانات*۔ مشمولہ: مقدمہ، ڈاکٹر ابراہیم جویو۔ کراچی: اکادمی بازیافت، ۲۰۰۷ء۔

۳۔ جونیجو، ڈاکٹر عبدالجبار۔ *سنڌي ادب جي مختصر تاريخ*۔ طبع دوم۔ حیدرآباد: زیب ادبی مرکز، ۱۹۸۳ء۔

۴۔ جونیجو، ڈاکٹر عبدالجبار۔ *سنڌي ادب جي مختصر تاريخ*۔ جلد اول۔ حیدرآباد: سندھی لینگوئج اتھارٹی، ۲۰۰۴ء۔

۵۔ جوش، مظفر حسین۔ ''سنڌي ادب ۾ تذڪره نگاري۔'' مشمولہ *نئين زندگي*۔ کراچی، نومبر ۱۹۶۰ء۔

۶۔ خلیل، ڈاکٹر محمد ابراہیم۔ *ادب ۽ تنقيد*۔ طبع دوم۔ شکارپور: مہران اکیڈمی، ۲۰۰۱ء۔

۷۔ گربخشانی، ڈاکٹر ہوت چند مولچند۔ ''سنڌي ادب جو مختصر جائزو۔'' مشمولہ *مهراڻ*، خاص نمبر۔ حیدرآباد: سندھی ساہت گھر، اکتوبر ۲۰۰۵ء۔

۸۔ لاکو، غلام محمد۔ *سنڌي ادب جو مختصر جائزو*۔ مؤلفہ: پیر حسام الدین راشدی۔ مشمولہ *مقدمو*۔ طبع دوم۔ حیدرآباد: سندھ تحقیقی بورڈ، ۱۹۹۶ء۔

۹۔ ملکانی، پروفیسر منگھارام۔ *سنڌي نثر جي تاريخ*۔ حیدرآباد: زیب ادبی مرکز، ۱۹۷۷ء۔

۱۰۔ محمد صدیق میمن۔ *ادبي تحفو: نثر جي بهار*۔ طبع اوّل، ۱۹۳۱ء۔

۱۱۔ سلیم، شیخ محمد عبدالحئی۔ *تذکرہ شعرائے ہالا*۔ دیباچہ۔ ہالا، ۱۹۴۴ء۔

۱۲۔ شاد، ڈاکٹر محمد شریف۔ ''ادبي تاريخ نويسي جو فن ۽ سنڌي ادب جي تاريخن جو جائزو۔'' مشمولہ *تجلّيل*۔ حیدرآباد: ماروی اکیڈمی سندھ، ۲۰۱۷ء۔

۱۳۔ فتح پوری، ڈاکٹر فرمان۔ *اردو شعراء کے تذکرے اور تذکرہ نگاری*۔ کراچی: انجمن ترقی اردو پاکستان، ۱۹۹۸ء۔

۱۴۔ ویسریو، ڈاکٹر منظور علي۔ ''سنڌي ادب جي تاريخ جو ابتدا کان وٺي پاڪستان قائم ٿيڻ تائين ارتقائي جائزو۔'' مشمولہ *ڀٽائي*۔ خیرپور: شاہ عبداللطیف یونی ورسٹی، ۲۰۱۷ء۔

رسالہ / تحقیقی مضمون

انور فگار، ڈاکٹر۔ ''تذکرہء لطفی کی علمی و ادبی اہمیت۔'' مشمولہ ششماہی رسالہ ''*سندھی ادب*'' ۔ جامشورو: انسٹیٹیوٹ آف سندھالاجی، سندھ یونی ورسٹی، ۱۹۹۷ء۔

Bibliography

1. Ahsan Karbalai, Mirza Gul Hasan, Mian Ata Muhammad Ata, and Muhammad Siddiq Musafir, comps. *Adabi Tuhfo*. 1st ed., 1931.
2. Jameel, Syed Mazhar. *Jadeed Sindhi Adab: Mailanat, Rujhanat, Imkanat*. In *Muqaddama*, by Dr. Ibrahim Joyo. Karachi: Academy Bazyaft, 2007.
3. Junejo, Dr. Abdul Jabbar. *Sindhi Adab Ji Mukhtasar Tarikh*. 2nd ed. Hyderabad: Zaib Adabi Markaz, 1983.

4. Junejo, Dr. Abdul Jabbar. *Sindhi Adab Ji Mukhtasar Tarikh*. Vol. 1. Hyderabad: Sindhi Language Authority, 2004.
5. Josh, Muzaffar Hussain. "Sindhi Adab Mein Tazkira Nigari." In *Nain Zindagi*. Karachi, November 1960.
6. Khalil, Dr. Muhammad Ibrahim. *Adab Ain Tanqeed*. 2nd ed. Shikarpur: Mehran Academy, 2001.
7. Gurbakhshani, Dr. Hotchand Molchand. "Sindhi Adab Jo Mukhtasar Jaizo." In *Keenjhar*, special number. Hyderabad: Sindhi Sahat Ghar, October 2005.
8. Lako, Ghulam Muhammad. *Sindhi Adab Jo Mukhtasar Jaizo*. By Pir Hassamuddin Rashdi. In *Muqaddamo*. 2nd ed. Hyderabad: Sindh Tehqeeqi Board, 1996.
9. Malakani, Prof. Mangharam. *Sindhi Nasr Ji Tarikh*. Hyderabad: Zaib Adabi Markaz, 1977.
10. Memon, Muhammad Siddiq. *Adabi Tuhfo: Nasr Ji Bahar*. 1st ed., 1931.
11. Saleem, Sheikh Muhammad Abdul Hayy. *Tazkira Shuaraye Hala*. Preface. Hala, 1944.
12. Shad, Dr. Muhammad Sharif. "Adabi Tarikh Nawisi Jo Fun Ain Sindhi Adab Ji Tarikhan Jo Jaizo." In *Takhayyul*. Hyderabad: Marvi Academy Sindh, 2017.
13. Fatehpuri, Dr. Farman. *Urdu Shuarā Ke Tazkire Aur Tazkira Nigari*. Karachi: Anjuman Taraqqi-e-Urdu Pakistan, 1998.
14. Wesrio, Dr. Manzoor Ali. "Sindhi Adab Ji Tarikh Jo Ibtida Khan Wathi Pakistan Qaim Thiyan Ta'in Irtiqai Jaizo." In *Bhittai*. Khairpur: Shah Abdul Latif University, 2017.

Journal Article

1. Anwar Faqir, Dr. "Tazkira-e-Lutfī Ki Ilmi-o-Adabi Ahmiyat." In *Shishmahi Risala "Sindhi Adab"*. Jamshoro: Institute of Sindhology, University of Sindh, 1997.

☆☆☆☆☆